

امام صادق علیہ السلام اور علوم جدید

<"xml encoding="UTF-8?">

قریب دو ڈھائی سال پہلے کی بات ہے کہ کسی یونیورسٹی کے ایک لکچرار نے مجھ سے کہا کہ یہ آج مولوی حضرات اس قدر علم و سائنس کے گن گا رہے ہیں، تو کیا اسلام کا نظریہ بدل گیا ہے؟ یا سائنس کی چمک دمک نے ان لوگوں کو محاذ بدلنے پر مجبور کر دیا ہے؟ پہلے تو جدید علوم کی بڑی مذمت کیا کرتے تھے، اسے الحاد کے مترادف قرار دیتے تھے، اب کیا ہو گیا کہ

اس وقت میں نے جواب میں یہی کہا تھا کہ اسلام کبھی بھی علم و دانش کا مخالف نہیں رہا بلکہ ہمیشہ علم و آگہی کا علم بردار رہا ہے۔ یہ بڑی ستم ظریفی ہے کہ وہ اہل مغرب جن کا ماضی جز تاریکی، بربادی، اندھرا، جمود، تعصب، جہالت، لجاجت کے کچھ نہیں تھا، آج رنسنس (Renaissance) کے بعد متمدن بنے انہیں کو ترچھی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں، جن سے علم و حکمت و ہنر و ادب کا چراغ لیکر اپنے گھر کے گھنگھور اندھروں کو روشن کیا تھا! آج انہیں کو پسماندہ کہہ رہے ہیں جن کی دولت پہ خود متمدن بنے ہیں !!

اور اس سے بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ ہم مسلمان ہاتھوں پہ ہاتھ دھرے، اپنے مفاخر و منابع سے بے خبر، ان کی باتوں کو مان لیتے ہیں! اور احساس کمتری میں گرفتار ہو کر، علم و دانش کے کاروان سے پچھڑے ہوئے ہیں۔ جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سب سے پہلا پیغام وحی جو سنایا وہ پڑھنے پڑھانے سے متعلق تھا، اقرء باسم ربك الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقرء و ربك الاکرم ، الذی علم بالقلم ، علم الانسان ما لم يعلم ۲

آپ کی بعثت کا سبب تعلیم و تربیت تھا، هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیہم آیاتہ و یزکیہم و لیعلم الکتاب و الحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلل مبین ۳

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہر مسلمان پر تحصیل علم واجب کر دیا ، طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة ۴ ؛ حالانکہ UN کے منشور انسانیت میں تحصیل علم ہر انسان کا حق ہے ، صرف حق ! اور اہل بصیرت جانتے ہیں کہ حق اور فرض میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

پیغمبر نے تحصیل علم کے لئے عمر کی قید نہیں رکھی، اطلبوا العلم من المهد الی اللحد ۵ ، حالانکہ یہاں ہر اسکول ، انسٹیٹیوٹ ، یونیورسٹی میں Age کی قید ہوا کرتی ہے۔

پیغمبر نے فرمایا: اطلبوا العلم و لو بخوض اللجج و شق المہج ۶

اطلبوا العلم و لو بالصین ۷

اطلبوا العلم و لومن کافر / منافق / مشرک ۸؛

العلم ضالة المؤمن این وجدھا أخذھا ۹

بعض لوگ کہتے ہیں علم سے مراد صرف علم دین ہے، لیکن مذکورہ احادیث میں علم بصورت مطلق بیان ہوا ہے؛ اس کے علاوہ "من المهد" "و لو من کافر" "و لو بالصین" کا قرینہ بتا رہا ہے کہ علم سے مراد اپنے اصطلاحی معنی میں صرف علم دین نہیں ہے، اس لئے کہ جھولے میں بچہ، نجاست و طہارت کے مسائل کو کیا سمجھے گا؟! اور کافر، نماز و روزہ اور قبلہ کے مسائل کو بھلا کیا سمجھائے گا؟! اور چین میں کوئی حوزہ علمیہ نہیں کھلا

ہواتھا!!

یا بقول ایک دانشور خطیب ۱۰ کے کہ یہ سارے علوم جو انسانی سماج کے لئے مفید ہیں، درحقیقت علم دین ہیں، یہاں علم دنیا کچھ نہیں، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ فیزیکس، کمیسٹری، بائیولوجی کا علم ہمارے ائمہ کو نہیں تھا؟ برگز نہیں! پس جس جس چیز کا علم ائمہ کو تھا، اس کا جاننا ہر شیعہ پر واجب ہے، اور واجب کی ادنیٰ ایک دینی فریضہ ہے، بس نیت کی شرط ہے؛ اور نیت میں اگر کھوٹ ہو تو وہ علوم جو قانونی طور پر علم دین کہے جاتے ہیں وہ بھی علم دنیا کہلائے جائیں گے؛ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

من أراد الحديث لمنفعة الدنيا لم يكن له في الآخرة نصيب و من أراد به خير الآخرة اعطاه الله خير الدنيا والآخرة

۱۱

اس وقت وہ تو میرے اس جواب سے مطمئن ہو گئے، لیکن میرے اندر ایک تڑپ پیدا ہو گئی کہ کاش علوم جدیدہ کے سلسلہ میں اسلامی متون میں کوئی کاوش کر سکوں، لیکن کبھی فرصت نہ ہو سکی؛ ہاں! فاران نے یہ موقع دیا؛ اب جو میں نے مراجعہ کیا تو حیران ہو کر رہ گیا کہ اس مختصر سے مقالہ میں کیا بیان کروں؟! اس موضوع کے لئے تو کئی جلدوں پر مشتمل ایک مفصل کتاب کی ضرورت ہے۔

امام صادق علیہ السلام کے فضائل علمی کے بارے میں لکھنا آسان نہیں ہے جن کے سلسلہ میں امام مالک کہتے ہیں: ما رأيت عين ولا سمعت اذن ولا خطر على قلب بشر افضل من جعفر الصادق فضلا و علما و عبادة و ورعا ۱۲، امام کی دانشگاه میں نہ جانے کتنے افراد مختلف مذہب و ملت سے تعلق رکھنے والے، مختلف زبانوں کے مالک ۱۳ آپ کے دریائے علم سے فیضیاب ہوئے، لیکن ان میں سے جنہوں نے کچھ کارنامے انجام دئے، اور جن کا تذکرہ تاریخ نے اپنے اوراق میں محفوظ کر لیا، وہ قریب ۴ ہزار سے زائد ہیں، جن میں سے بہت سے افراد نے سینکڑوں کتابیں تحریر کی ہیں۔ امام کی علمی کاوشوں کا کسی حد تک احاطہ تبھی ہو سکتا ہے، جب کم سے کم ان ۴ ہزار شاگردوں کے علمی کارناموں کا اور ان کی کتابوں کا احاطہ کر لیا جائے، اور یہ مشکل ہی نہیں کسی حد تک محال بھی ہے، کیونکہ بہت سی کتابیں دشمنوں کے ہاتھوں ضائع بھی ہو چکی ہیں؛ بہر حال اس اقرار کے ساتھ کہ دریائے علم کے چند قطرے بھی ہم نہیں پا سکتے، یہاں ہم صرف چند امور پر سرسری سا اشارہ کریں گے۔

مارچ 1968 میں Strasbourg University میں فرانس، برطانیہ، اٹلی، امریکا، بیلجیم کے فلسفہ، سائنس، تاریخ، ادب، اقتصاد، سیاست، سماجیات میں مہارت رکھنے والی برجستہ شخصیتوں پر مشتمل، ۲۵ افراد کی ایک علمی کمیٹی بیٹھی جس میں امام موسیٰ صدر اور سید حسین نصر بھی موجود تھے، نشست کا موضوع تھا (علوم پر امام صادق علیہ السلام کے احسانات، تجزیہ و تحلیل)۔ اس نشست کا حاصل، پیرس یونیورسٹی کے رسالہ کے خاص نمبر میں شائع بھی ہوا، اس کا ترجمہ عربی اور فارسی میں بھی دستیاب ہے ۱۴، جس میں جدید علوم کے مختلف شعبوں کے موضوعات پر مبسوط، مستدل، اور تحقیقی بحث ہوئی ہے۔ اس مضمون میں انہیں موضوعات میں سے کچھ، مختصر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

علم کیمیا اور امام صادق

اس ترقی یافتہ دنیا میں، ہوا میں اڑتے جہاز، خلاء میں منڈلاتے سفینوں سے لیکر سمندروں میں تیرتی کشتیاں، خشکیوں میں دندناتی گاڑیاں تک، جگمگاتے شہروں کی روشنیاں، کارخانوں کو چلانے والی توانائیاں، ری ایکٹر کی حرارتیں، ہلکتے ہوئے مریضوں کی دوائیں غرض ہر چیز علم کیمیا (Chemistry) کے مہربون منت

ہے، گویا اگر علم کیمیا کو زبان مل جائے تو یوں بول اٹھے گا:

عمارات فلک پیما سے جا کے پوچھ میرا نام
مری پرواز سے ہے عالم افلاک میں کہرام
تماشہ کر مرے فن کا مرے برقی شراروں سے
ری اکثر کی حرارت سے، توانائی کے دھاروں سے

اور اس علم کیمیا کے واضع امام صادق علیہ السلام کے شاگرد جابر ابن حیان الطرطوسی ہیں جنہوں نے قریب پانچ سو کتابیں صرف اس علم میں تحریر کی ہیں ۱۵۱۸ء کی کتابیں آج بھی دنیا بھر کے تحقیقی مراکز میں مأخذ شمار کی جاتی ہیں

ہشام ابن حکم (متوفی ۱۹۹ھ) کا اعراض کے سلسلے میں نظریہ تھا کہ اعراض جیسے رنگ و بو اور طعم وغیرہ جسمیت رکھتے ہیں؛ اس نظریہ کو ہشام کے شاگرد ابراہیم ابن سیار نے اور وضاحت سے پیش کیا؛ اور آج جدید علوم نے اسی نظریہ کی صحت کو ثابت بھی کیا کہ "روشنی" نہایت چھوٹے چھوٹے ذرات کے مجموعہ سے بنتی ہے جو خلاء اور شفاف اجسام سے عبور کر سکتے ہیں؛ اور "بو" اجسام سے بخار کی صورت میں اٹھنے والے نہایت چھوٹے ذرات ہیں جو قوہ شامہ کو متاثر کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ ہشام ابن حکم، جابر ابن حیان کی طرح علم کیمیا کے ماہر نہیں ہیں! بلکہ علم کلام کے ماہر ہیں! اس کے باوجود

یہ دانشگاه امام صادق علیہ السلام کی خصوصیت تھی کہ امام استعداد اور ذوق و شوق کے مطابق علوم و فنون کے مختلف شعبوں میں مہارت کی حد تک تربیت فرماتے تھے؛ جو جتنا سوال کرتا تھا، جسکا جتنا اور جیسا ظرف تھا، امام اسی کے مطابق اسے فیضیاب کرتے تھے؛ کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ امام بتانا چاہتے تھے لیکن ظرف قابل ہی نہیں ہوتا تھا، چنانچہ ایک شخص امام کے ہمراہ مختلف امور پر باتیں کرتا چل رہا تھا، اسی اثناء میں ان کا گزر مسگروں کے بازار سے ہوا، اس نے پوچھا: مس کسے کہتے ہیں؟ امام نے فرمایا: فاسد شدہ چاندی ہے، لیکن اس کی ایک خاص دوا ہے، جس کے ذریعہ دوبارہ اسے خالص چاندی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے؛ سائل نے اس دوا کے بارے میں نہیں پوچھا! ایک جرمنی محقق نے سائل کی اس حرکت پر نہایت

افسوس کا اظہار کیا !! ۱۶

اوکسیجن

مشہور ہے کہ برطانیہ کا سائنسداں جوزف پرسٹیلی ۱۷۷۵ء سے پہلے اوکسیجن کا انکشاف کیا، حالانکہ اس کے بہت سے خصوصیات اور ترکیبات کاپتا نہیں لگا سکا، جس کا بعد کے سائنسدانوں نے پتا لگایا؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے بہت پہلے اکسیجن کے خصوصیات کی طرف اشارہ کیا، اور بتایا کہ "ہوا" عنصر بسیط نہیں بلکہ مختلف عناصر سے مرکب ہے، جس میں سے بعض اجزاء، ہر زندہ موجود کے سانس لینے میں مدد کرتے ہیں، اور بعض اجزاء آگ پیدا کرنے میں معاون ہوتے ہیں، اگر ہوا کے اندر موجود عناصر کا تجزیہ

کردیا جائے تو وہ اجسام میں نفوذ کر سکتے ہیں، اور لوہے کو پگھلا سکتے ہیں
 پرسٹیلی نے اوکسیجن کا انکشاف تو کیا، لیکن عملاً اوکسیجن کے ذریعہ لوہے کو پگھلا نہ سکا؛ بلکہ یہ بعد کے
 سائنسدانوں نے کشف کیا کہ اگر لوہے کو گرم کر کے (یہاں تک کہ لال ہو جائے) خالص اوکسیجن میں رکھ دیا
 جائے تو اس میں شدت پیدا ہو جاتی ہے، اس طرح اس سے روشنی ساطع ہو سکتی ہے اور اسی نظریہ کے
 تحت آج کے بلب تیار کئے جاتے ہیں، جس میں لوہے کے ایک تار کو بجلی کے ذریعہ گرمایا جاتا ہے، جو کہ
 شیشے میں موجود خالص اوکسیجن کی مدد سے چمک اٹھتا ہے۔ ۱۸

نور کے انعکاس کا نظریہ

انعکاس نور کے بارے میں امام صادق علیہ السلام کے افاضات کی بدولت اسلامی علماء کا یہ نظریہ تھا کہ نور
 اجسام سے منعکس ہو کر انسان کی آنکھوں سے ٹکراتا ہے تو دیکھنے کا عمل انجام پاتا ہے، اور چونکہ دور کے
 اجسام سے پوری طرح نور منعکس نہیں ہو پاتا لہذا ہم اسے صحیح طریقہ سے نہیں دیکھتے، چنانچہ اگر کسی
 آلہ کے ذریعہ اس نور کو آنکھ کے قریب کیا جاسکے تو ہم اسے واضح طور سے دیکھ سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ
 نظریہ زمانے کے عام نقطہ نظر کے بالکل برعکس ہے، یہ نہیں کہا کہ نور آنکھوں سے منعکس ہو کر اجسام پر پڑتا
 ہے، بلکہ برعکس اجسام سے منعکس ہو کر آنکھوں پر پڑتا ہے، دلیل یہ ہے کہ آنکھیں اندھرے میں نہیں دیکھ
 پاتیں، اور اگر نور آنکھوں سے منعکس ہوتا تو چاہے اندھرا ہو یا اجالا آنکھیں بہر حال دیکھتیں
 انعکاس نور کے علاوہ، حرکت نور اور سرعت نور کے بارے میں بھی امامؑ کے افاضات ہماری کتابوں میں موجود
 ہیں

صلیبی جنگوں کے دوران یہ نظریات یورپ گئے، وہاں کے علمی درسگاہوں میں بحث و تحقیق ہوئی، آکسفورڈ کے
 استاد روجر بیکن (1294) نے اس سلسلہ میں کافی جانفشانی کے ساتھ تحقیقات کیں، جس کی بنیاد پر
 لیپرش فلامنڈی نے ٹلسکوپ تیار کیا، جس کی مدد سے گالیلئو فلک کامطالعہ کیا کرتا تھا
 اس مقام پر بعض لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ خود امامؑ نے ہی ٹلسکوپ کیوں نہیں تیار کر لیا؟ تو اسکا سیدھا سا
 جواب یہ ہے کہ اس نظریہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بہت سے امکانات کی ضرورت تھی، جو اس وقت کی
 حکومت جوہر کی وجہ سے مہیا نہیں تھے، اور معجزہ کے ذریعہ امامؑ کوئی چیز بنانا نہیں چاہتے تھے، اور کاروان
 علم و حکمت تو بتدریج منزل بہ منزل آگے بڑھتا ہے، بہر حال اس زمانے میں ٹلسکوپ نہ بننے سے اس نظریہ کی
 اہمیت میں کمی نہیں آتی؛ جس طرح نیوٹن کے قانون جاذبیت کی اہمیت میں کمی نہیں آتی یہ کہہ کر کہ خود
 نیوٹن نے خلائی سفینے اور سارے کیوں تیار نہیں کیا!! حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ سارے جو زمین کے ارد
 گرد گھوم رہے ہیں وہ نیوٹن کے قانون جاذبیت کے مرہون منت ہیں۔

نسبیت زمان کا نظریہ

بعض فلاسفہ یونان کے نزدیک "زمان" وجود خارجی نہیں رکھتا اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ "زمان"
 دو حرکتوں کے درمیان فاصلہ کو کہا جاتا ہے، اور انہیں میں سے کچھ قائل تھے کہ "زمان" ذاتا وجود خارجی رکھتا

ہے اور وہ دو قسم کا ہوتا ہے، ایک متحرک و رواں، دوسرا غیر متحرک و ثابت، "زمان ثابت" خداؤں کے لئے ہے اور "روان" مخلوقات کے لئے؛ یہ نظریہ عام طور سے رواقی فلاسفہ کا تھا جس میں زنون کا نام قابل ذکر ہے۔ لیکن آج کے جدید سائنسدانوں نے "زمان" کے سلسلہ میں جو نظریہ دیا، امام صادق علیہ السلام کے ارشادات سے نہایت قریب ہے، آپ کے نزدیک "زمان" دو اکائیوں کے درمیان حد فاصل کو کہتے ہیں جو بالذات نہیں بلکہ بالطبع وجود رکھتا ہے اور اپنی حقیقت کو ہمارے شعور و احساسات کے ذریعہ کسب کرتا ہے؛ اس کے علاوہ آپ کے نزدیک دن و رات "زمان" کو تشخیص دینے کے معیار نہیں، بلکہ یہ دو مستقل حقیقتیں ہیں، جن کی مقدار بھی ثابت نہیں، بلکہ موسم کے اعتبار سے متغیر ہے۔

"زمان" سے ملتا جلتا نظریہ "مکان" کے سلسلہ میں بھی ہے تفصیلی بحث فی الحال میسر نہیں ہے، اس سلسلہ میں متعلقہ کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

علم نجوم و فلکیات

امام صادق علیہ السلام نے علم نجوم و فلکیات کے بارے میں بھی مستعد شاگردوں کی تربیت فرمائی ہے چنانچہ آپ کے شاگردوں نے آپ کے ارشادات و افاضات کی بدولت اس علم میں بھی نہایت اہم کارنامے انجام دیے، رصد، تنجیم، تقویم، اور علم نجوم کے دیگر فروعات میں گرانقدر کتابیں تالیف و تصنیف کی، رصد خانے اور تجربہ گاہیں تأسیس کئے

امام صادق علیہ السلام کے شاگرد ابواسحاق ابراہیم بن حبیب الفزاری (متوفی ۱۶۱ھ) نے اسطرلاب ۱۹ کے سلسلہ میں نہایت گرانقدر کتابیں تحریر کی، جس میں کتاب العمل بالاسطرلاب ذوات الحلق اور کتاب العمل بالاسطرلاب المسطح، قابل ذکر ہیں۔

دوسرے شاگرد احمد بن حسن بن ابی الحسن الفلکی الطوسی ہیں، جنہوں نے علم فلک میں مہارت حاصل کی، یہاں تک کہ اسی نام سے مشہور بھی ہوئے، متعدد کتابیں تحریر کی، علم نجوم میں آپ کی کتاب ریحانۃ المجالس و تحفة المؤانس، قابل ذکر ہے؛ سید ابن طاؤوس نقل کرتے ہیں: ابن أبی الحسن فلکی کی کتاب فرج المہموم کا خطی نسخہ میرے پاس موجود ہے، جس میں انہوں نے کواکب اور اس کے اسرار و رموز کے بارے میں لکھا ہے

دوسرے شاگرد محمد بن مسعود تمیمی ہیں جن کے بارے میں ابن ندیم کا کہنا ہے: من فقہاء الشيعة الامامية، اور جو علم و حکمت و وسعت معلومات میں یکتائے روزگار تھے، آپ نے بھی جہاں علم طب، علم قیافہ و نفسیات وغیرہ کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں، وہاں ان کی کتاب النجوم و الفأر نہایت گرانقدر ہے۔ اسی طرح سے اگر صرف نام پر ہی اکتفاء کیا جائے تو ان فہرست کئی صفحات پر تمام ہوگی !

حرکت اور کرویت زمین

حالانکہ حرکت زمین کے نظریہ کی نسبت گالیلو (1642)، یا اس سے بھی پہلے کپلر (1631) یا کوپرنیک (1543) کی طرف دی جاتی ہے، اور کرویت زمین کو کسی ملاح کی طرف منسوب کیا جاتا ہے؛ اور یہ نسبت مغربی دنیا کی حد

تک صحیح بھی ہے، لیکن اگر اسلامی دانشمندوں کے آثار میں ملاحظہ کریں تو اس قسم کے جدید نظریات ان کی کتابوں میں پہلے سے پائے جاتے تھے۔

امام صادق علیہ السلام کے اپنے شاگردوں، یا بعض ہمعصر دانشمندوں، خاص طور سے حماد و اُزدی سے منقول، امامؑ اور ہشام الخفاف کے درمیان علمی مباحثات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ۱۳۰۰ سال پہلے بھی دانشگاه امام صادق علیہ السلام میں زمین اور سورج کی حرکت اور کرویت کے بارے میں بحث و گفتگو ہوا کرتی تھی، ان کا نظریہ یہ تھا کہ زمین گول ہے جو اپنے گرد چکر لگاتی ہے اور گردش لیل و نہار زمین کی حرکت کے سبب ہے، نہ کہ سورج کے؛ آپ سورج کی حرکت کو مستدل طریقہ سے محال ثابت کرتے ہوئے ۲۰ فرماتے ہیں کہ زمین کی اپنے گرد حرکت کی وجہ سے زمین کا نصف حصہ روشن اور دوسرا حصہ اندھیرے میں ڈھکا ہوتا ہے

علم طب اور دانشگاه امام صادق

امام علیہ السلام کے شاگردوں نے طب کو فروغ دینے کے سلسلہ میں بھی نہایت گرانقدر سرمائے عالم بشریت کو دیئے ہیں، جسے علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں اکٹھا کیا جیسے علامہ مجلسی نے بحار الانور میں، شیخ حرّ عاملی نے وسائل الشیعہ میں اور دیگر کتابوں میں بھی درد و امراض کے علاج، خواص اشیاء اور ان کے فوائد، طبائع و مزاج، پرہیز، عوامل امراض، اشیاء کے منافع و مضرات کے سلسلہ میں احادیث و اقوال درج ہیں، جیسے کافی، تہذیب الاسلام مجلسی وغیرہ اور بعض علماء نے توطب میں مستقل طور پر، طب الصادق یا طب الائمة پرانسان کلوپیڈیا تیار کئے ہیں۔

ابن ماسویہ اپنے زمانے کا مشہور طبیب امامؑ کی خدمت میں زانوئے ادب تہہ کرتا ہے، اور طب و حکمت کے سلسلہ میں آپ کے خرمن علم سے فیضیاب ہوتا ہے، ایک مرتبہ ابو ہفان اور ابن ماسویہ کے درمیان طبائع کے سلسلہ میں علمی مباحثہ کے دوران، ابو ہفان نے امامؑ کی تعلیم کردہ تشریح کو بیان کیا تو ابن ماسویہ خوشی سے کھڑے ہو کر کہنے لگا، اعدّ علیّ، فواللہ ما یحسن جالینوس ان یصف ہذا الوصف ۲۱ اپنے زمانے کا مشہور و معروف طبیب المنصور امامؑ کی خدمت میں آتا ہے، طب و حکمت کے سلسلہ میں گفتگو ہوتی ہے، امامؑ اس سے فرماتے ہیں: تمہیں کیا لگتا ہے، میں نے کہیں طب پڑھا ہے؟ جواب دیا: ہاں، بالکل! فرمایا: نہیں خدا کی قسم! اچھا یہ بتاؤ طب کے سلسلہ میں تم زیادہ جانتے ہو یا میں؟ کہا: تب تو میں زیادہ جانتا ہوں؛ امامؑ نے فرمایا: پوچھوں؟ کہا: پوچھئے ؛ امامؑ نے تقریباً ۲۰ سوال کئے اور وہ کسی کا جواب نہ دے سکا؛ اس کے بعد امامؑ نے شرح و تفصیل کے ساتھ ایک ایک کا جواب بتا یا جو کتب مآخذ میں مذکور ہے؛ اس سلسلہ میں عین احادیث کا ذکر کرنا مقصود نہیں، ورنہ یہ تحریر کتاب کی صورت اختیار کر جائے گی، حسن ختام کے طور پر بس ایک حدیث پر اکتفاء کرتے ہوئے بلا ترجمہ نقل کر رہے ہیں: سالم الصریر سے روایت ہے کہ ایک نصرانی نے امامؑ سے اعضاء جسم کے بارے میں سوال کیا، تو امامؑ نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ خلق الانسان علی اثنی عشر وصلا، و علی مائتی و ستۃ و اربعین عظاما، و علی ثلاثۃ مائۃ و ستین عرقا، فالعروق ہی الّتی تسقی الجسد کله، و العظام تمسکھا، الشحم تمسک العظام، و العصب یمسک اللحم، و جعل فی یدیه اثین و ثمانین عظاما، فی کل ید واحد و اربعون عظاما، و منها فی کفہ خمسۃ و ثلاثون، و فی ساعدہ اثنان، و فی عضدہ واحد، و فی کتفہ ثلاثۃ و کذاک الاخری و فی رجلہ ثلاثۃ و اربعون عظاما، منها فی قدمہ

خمسة و ثلاثون عظما، و فى ساقه اثنان، و فى ركبته ثلاث، و فى فخذہ واحد، و فى ورکہ اثنان، و کذالک فى
الآخرى و فى صلبه ثمانى عشرة فقارة، و فى کل واحد من جنبیه تسعة اضلاع، و فى عنقه ثمانية، و فى رأسه
ستة و ثلاثون عظما، و فى الحديث ۲۲

حوالے

۱ : Renaissance : نشاة ثانیہ، نیا جنم ؛(قرون وسطی کے جہل و جمود و تعصب کے پر ہول گھٹن سے
عاجز آکر سترہویں صدی میں مغرب کے دانشمندوں اور سائنسدانوں نے اس جہل و جمود کے خلاف ایک ہمہ
گیر ثقافتی، سماجی انقلاب برپا کیا جسے نشاة ثانیہ (Renaissance) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ
میں ڈکارٹ (Descartes) گالیلو (Galileo) کپلر (Kepler) کپرنیک (Copernicus) فرانسیس بیکن (Francis Bacon)
ویلیام گیلبرٹ (William Gilbert) اور اسحاق نیوٹن (Isaac Newton) جیسے دانشمندوں کا نام قابل ذکر
ہے۔ البتہ یاد رہے کہ یہ نیا، جنم صلیبی جنگوں کے دوران اسلامی علماء و حکماء کی کتابوں کے ترجموں کا مرہون
منت ہے۔)

۲ : پارہ ۳۰، سورۃ علق/ ۱؛ ۵؛ (پڑھو! اپنے پروردگار کے نام سے جس نے خلق کیا، اس نے انسان کو خونِ بستہ
سے پیدا کیا، پڑھو! اور تمہارا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی، اس نے انسان کو وہ علم
سکھایا جسے وہ نہیں کانتا تھا)

۳ : پارہ ۲۸، سورۃ جمعہ/ ۲؛ (وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں
اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک و پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ
اس پہلے یہ صریح گمراہی میں تھے)

۴: بحار الانوار، ج ۱، ص ۱۷۷؛ غوالی اللئالی، ۲، ص ۳۲۔ (علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وزن پر واجب ہے۔)

۵: میزان الحکمة، باب ع (علم)۔ (جھولے سے قبر تک علم حاصل کرو۔)

۶: بحار الانوار، ج ۱، ص ۱۷۷۔ (علم حاصل کرو چاہے گہرائیوں کی تہ میں جانا پڑے اور چاہے خون بہانا پڑے۔)

۷: بحار الانوار، ج ۱، ص ۱۸۰؛ (علم حاصل کرو چاہے چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔)

۸: میزان الحکمة، باب ع (علم)۔ (علم حاصل کرو چاہے کافر/ منافق/ مشرک سے ہی کیوں نہ ہو۔) مختلف احادیث
کے مختلف الفاظ

۹: بحار الانوار، ج ۱، ص ۱۶۸۔ (علم مومن کا گمشدہ ہے جہاں مل جائے لے لو۔)

۱۰: جناب فیروز حیدر صاحب مرحوم، (نقل از شہید مطہری)

۱۱: بحار الانوار، ج ۲، ص ۱۵۸؛ کافی، ج ۱، ص ۴۶۔ (جو علم حدیث دنیا کے خاطر سیکھے اسے آخرت میں کچھ نہیں ملے گا، اور جو آخرت کے لئے سیکھے خدا اسے خیر دنیا و آخرت عطاء کریگا۔)

۱۲: از مقدمہ محمد عبد المنعم الخفافی استاد جامعہ الازہر بر کتاب الامام الصادق کما عرفہ علماء الغرب، فضیلت، علم، عبادت اور تقوای الہی میں امام جعفر صادقؑ سے افضل نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے، نہ کسی کے ذہن میں خطور ہوا ہے)

۱۳: یوں تو امام ہر زبان جانتے تھے، لیکن کتابوں امامؑ سے دوسری زبانوں میں اقوال بہت محدود ہیں پھر بھی فارسی، عبری، نبطی اور چند دیگر زبانوں میں بھی آپؑ کے مکالمات کتب میں درج ہیں، (رجوع کریں: بصائر الدرجات، الاختصاص، بحار الانوار، المناقب، الدعویۃ الساکبۃ)

۱۴: جسے نورالدین آل علی نے عربی میں ترجمہ کیا اور مشہور و معروف ادیب استاد ودیع فلسطین نے اس کی تصحیح کی، یہ ترجمہ امام الصادق علیہ السلام کما عرفہ علماء الغرب نامی کتاب کی شکل میں شائع بھی ہوا، فارسی ترجمہ استاد ذبیح اللہ منصوری نے کیا۔ علمی کمیٹی کے افراد کے نام مذکورہ کتاب میں ان کے مختصر بایوڈیٹا کے ساتھ درج ہے۔

۱۵: نقل از ابن خلکان فی احوال الصادق ۱۵۰:۱، و کتاب الفہرست (جناب جابر ابن حیان نے علم کیمیا کے علاوہ دیگر علوم میں بھی جیسے طب، فلسفہ، کلام کے سلسلہ میں بھی بہت سی کتابیں تحریر کی ہیں)

۱۶: سیرۃ امام صادقؑ در آثار علامہ حسن زادہ آملی، ص ۸۵

۱۷: جوزف پرسٹیلی (173-1804) پہلے راہب تھا، لیکن علم و دانش کا ایسا شیدائی ہوا کہ اس نے ربانیت کے لباس کو اتار پھینکا، کتابخانوں اور آزمایشگاہوں کو اپنا مسکن بنالیا، شب و روز تحقیق اور مطالعہ میں گذارا کرتا تھا، اور اپنے تحقیقات کو آئندہ نسلوں کے لئے مسودوں میں لکھا کرتا تھا، لیکن یہ بھی دیگر بہت سے سائنسدانوں کی طرح کلیسا کے مذہبی شریکوں کے غیظ و غضب کا شکار ہوا، چنانچہ اس کا گھر مسمار کر دیا گیا، سارے مسودے جلا کر رکھ کر دئے گئے، اور پرسٹیلی کو جان بچا کر مجبوراً وطن چھوڑ کر انگلستان سے امریکا جانا پڑا، اس دانشمند نے اپنے آخری ایام کسی دورافتادہ قلعہ میں عالم عزلت میں گزارے

۱۸: افسوس ہے جب مغرب کے سائنسدان کسی چیز کا انکشاف کر لیتے ہیں، تب ہمیں ہوش آتا ہے کہ اسکا اشارہ تو ہماری کتابوں میں بھی موجود ہے! ہم اگر اپنے متون کے سلسلہ میں جمود کو چھوڑ کر تحقیق و کاوش و تجربہ کی روش اپنائیں تو ہمیں افسوس نہ کرنا پڑے؛ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: إِنَّ الْمَاءَ الَّذِي يَطْفِئُ النَّارَ، يَسْتَطِيعُ أَنْ يُوقِدَهَا بِفَضْلِ الْعِلْمِ؛ پانی کو جلایا جاسکتا ہے، کیونکہ پانی مجموعہ ہے اوکسیجن اور ہائیڈروجن کا، اور ہائیڈروجن نہایت سریع اور شدید الاشتعال مادہ ہے، لیکن پانی سے چلنے والا انجن ممکن ہے پہلے غیر مسلم ہی بنائیں!

۱۹: " اسطرلاب " اسطر + لابون: سے مرکب، یونانی لفظ ہے، جس کے معنی ہیں: ستارہ کا آئینہ، (اسطر: ستارہ، لابون: آئینہ) کہا جاتا ہے یہ لفظ در اصل فارسی کے لفظ "ستارہ یاب" سے لیا گیا ہے۔

۲۰: استدلال، کتب مصادر میں بطور تفصیل درج ہے؛ اصل مباحثہ کو، اس مختصر مقالہ میں نقل نہیں کیا جاسکتا، تفصیل کے لئے کافی ج ۸ ص ۳۵۱، المناقب ج ۴ ص ۲۶۵ پر رجوع فرمائیں

۲۱: ذرا پھر سے بیان کرو (شاید تحریر کرنے کے لئے) خدا کی قسم اس سے بہتر تو جالینوس نے بھی بیان نہیں کیا (جالینوس طب کی دنیا میں افسانوی مہارت رکھنے والا نہایت حاذق یونانی طبیب تھا)

۲۲: المناقب، ج ۴، ص ۲۵۵ ۲۵۶